لطیفہ ۵۶

زبدۃ الافاق سیّد عبدالرزاق کو مقام اور ولایت تفویض کرنے اور فرزندی کے شرف سے قبول کرنے کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبراؒ جس وقت قدوۃ الاکابر وعمدۃ الاماثر حضرت شیخ علاء الحق والدین کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے تھے تو آپ ستائیس سال کے تھے۔ حضرتِ شیخ کی جانب سے جو طرح طرح کے لطائف اور انعامات حضرت قدوۃ الکبراؒ کو حاصل ہوئے وہ لطیفہ سابق میں مذکور ہوچکے ہیں ان کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے شیخ کی خدمت میں ملازمت اور ریاضت کے طریقے سپرد کرتے تھے (شیخ کی خدمت کرتے اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے)

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس خلوت خانے میں جو خانقاہ کے پہلو میں تھا، اور جسے خود آپ ہی نے متعین کیا تھا، (اس ارادے سے) کمر کے گرد چادر لپیٹی کہ باہر نکلیں اور حضرت مخدومی کی خدمت میں حاضر ہوں کہ اچانک آپ نے شیخ کی جوتیوں کی آہٹ سنی۔ آپ کے باہر نکلنے تک شیخ خلوت خانے کے دروازے پر پہنچ گئے اور بہت ہی التفات سے دریافت فرمایا، سیّد کس کام میں مشغول ہو؟ حضرت مخدومی جب بھی آپ سے مخاطب ہوتے تو اسی لفظ سے مخاطب ہوتے تھے۔ جب آپ کے سمعِ مبارک میں حضرت مخدومی کے کلام کی آواز پہنچی اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا کام کر رہے ہو تو حضرت ایشاں نے جواب میں عرض کیا۔ میں نے خدمت کے لیے کمر باندھ لی ہے۔ موتی برسانے والی زبان سے فرمایا، اگر کمر باندھتے ہو تو مضبوطی سے باندھنا کہ پھر کوئی چیز درمیان میں حارج نہ ہو۔ عرض کیا کہ میں نے آرزوئے نفس درمیان سے اکھاڑ کر باہر پھینک دی ہے، جب تک زندہ ہوں (قائم رہوں گا)۔ حضرت مخدومی نے فرمایا مبارک ہو۔ جب باہر تشریف لائے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ کے چہرے کا رنگ کسی قدر متغیر ہوا، خیال پیدا ہوا کہ ہمارا کوئی قائم مقام تو ہوگا نہیں۔ جیسے ہی یہ خیال آپ کے دل میں آیا، حضرت مخدومی سے پوشیدہ نہیں رہا۔ اپنا سر گریبان میں لے گئے۔ دو تین ساعت کے بعد سر اٹھایا اور تمام تر بشارت کے ساتھ فرمایا، اے سیّد! مبارک ہو کہ ہم نے تمہارے لیے حضرت پروردگار سے فرزندِ دینی عنایت کرنے کی درخواست کی ہے جو سلسلے کا سرحلقہ اور تمہارے خاندان کا پیشوا ہوگا۔ اس کے باعث تمہاری بزرگی کا شہرہ

جب تک زمانہ اور ادوار ختم نہ ہو جائیں روئے زمین پر باقی رہے گا اور وہ فرزند تمہارے خاندان سے ہوگا نیز زبانِ مبارک سے یہ اشعار فرمائے قطعہ:

تا رود برصفحۂ گیتی نشاں
از تقاضائے قضایت اے اِلہ
(یا اللہ! جب تک تیری تقدیر کے مطابق دنیا کے صفحے پر نشان باقی رہے)
باد بر روئے زمیں آثار تو
دُرفشان و جاوداں چوں مہرو ماہ
(روئے زمیں پر تیرے آثار باقی رہیں اور ہمیشہ چاند اور سورج کی مانند موتی برساتے رہیں)

قدوۃ الکبراؒ نے اس بشارت کے سنتے ہی شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ حضرت مخدومی اور اصحاب نے آپ کو مبارک باد دی، قطعہ:

مبارک باد ایں عالی بشارت
زدر گوہر دریائے اسرار[1]
(دریائے اسرار کے دُرِ گوہر پانے کی عالی خوش خبری مبارک ہو)
بود نسبت گہر از گوہرِ کان
سزاے تاجِ شاہاں باشد اے یار
(کان سے نکلنے والے موتی کو ہر عالی خاندان سے نسبت ہے (اس لیے) اے دوست وہ بادشاہوں کے تاج کے لائق ہوتا ہے)

اس کے بعد حضرت مخدومی کی خدمت میں رہے، پھر حضرت مخدومی کے ارشاد کے مطابق دارالسلطنت جون پور میں قیام فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شہر کو جلنے اور نقصان سے محفوظ رکھے۔ یہ واقعہ گزشتہ اوراق میں مذکور ہو چکا ہے وہاں سے آپ عراق کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کا گزر صالحیہ جیلی کے علاقے میں ہوا۔ وہاں کے سادات (آپ سے) عقیدہ اور ارادت رکھتے تھے چنانچہ کافی عرصے وہاں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت سیّد عبدالرزاق سیّد حسن عبدالغفور کے فرزندوں میں سے تھے۔ انہیں حضرت قدوۃ الکبراؒ سے عقیدت پیدا ہوگئی۔ اس وقت اِن سیّد زادے کی عمر بارہ سال سے زیادہ نہ تھی انہیں حضرت ایشاں کی ملازمت کی تمنّا اور آرزو اس حد تک بڑھ گئی

---

[1] احقر مترجم کے قیاس میں دوسرا مصرع یوں ہوگا ''زدُرج گوہر دریائے اسرار'' جو سہو کتابت کے باعث ''زدُرِ گوہر دریائے اسرار'' نقل ہوگیا ہے۔ بہر حال اصل متن کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

کہ اسے بیان کرنا محال ہے ہر چند ان کے پدرِ بزرگوار اور اقارب و اعزا نے نصیحت کی اور بہت کچھ سمجھایا لیکن ان تمام باتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اور خدمت وسلوک کی جانب رُخ کرلیا۔ نظم:

کسے راکہ یزداں کشد سوئے خویش
نیارد کسے دیگرش بند کرد

(اللہ تعالیٰ جس کسی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کوئی ہستی اسے نہیں روک سکتی)

چو دیوانہ را دل کشد سوئے یار
نیارد بز بخیر کس بند کرد

(جس طرح دیوانے کا دل اسے محبوب کی طرف کھینچتا ہے اور وہ زنجیر کے باندھے بھی نہیں رکتا)۔

جب سیّد عبدالغفور نے دیکھا کہ وہ (سیّد عبدالرزاق) پندونصیحت کے باوجود نہیں مانتے تو وہ انہیں لے کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت بزرگوار ہم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو آپ کی تشریف آوری پر نثار کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارا حق ان کے ذمّے ہے اس سے دست بردار ہوتے ہیں۔ بیت:

سپر دم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

(میں نے اپنی متاع آپ کے سپرد کردی ہے۔ یہ کم ہے یا زیادہ ہے اس کا حساب آپ جانیں)

اسی طرح عفیفہ والدہ نے بھی اپنے جگر گوشے کو حضرت قدوۃ الکبراؒ کے سپرد کیا اور اپنے حق سے جو اس کے ذمّے تھا دست بردار ہوگئیں۔ قطعہ:

زہے ہمّتِ مادر مہرور
کہ پرورده بودش بدامانِ خویش
پسر را کہ پرورده بوده بجاں
بجاندار بسپرد چوں جانِ خویش

(اس مادرِ مہربان کی ہمت قابل تحسین ہے جس نے اپنے بیٹے کو اپنے دامن کے سائے میں جان کے ساتھ پرورش کیا اور پھر اسے اپنی جان کی مانند ایک صاحب ہمت کے سپرد کردیا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے سیّد زادے کو بصد جان قبول فرمایا اور خاندانِ سیادت وسرداری کی نسبتوں اور قربتوں کو تازہ کیا۔ ان کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی نیز ان کے لیے خدمت و ملازمت کرنے کا ایسا طریقہ مقرر فرمایا اور اس کی مقدار اتنی رکھی کہ اس کا بجالانا نوعِ جن وبشر کے بس میں نہ تھا۔ قطعہ:

چناں راہِ خدمت سپردہ بسر
کہ زاں جز نیایدز نوع بشر

(ان کے ذمے خدمت کا ایسا راستہ سپرد کیا کہ نوعِ بشر کی قوت سے باہر تھا)

اگر کس چنیں خدمت آرد بجائے
چرا نزدِ خویشش نخواند خدائے

(اگر کوئی شخص اس نوعیت کی خدمت بجا لائے تو اللہ تعالیٰ کیوں نہ اسے اپنی قربت عطا کرے)

ان متبرک الفاظ اور اثر کرنے والی باتوں کو جمع کرنے والا (نظام الدین غریب یمنی) تقریباً تیس سال تک حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں رہا اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا۔ اس مدت میں حضرت ایشاں نے جو حکم دیا سیّد زادے کے سوا شاید ہی کسی نے سبقت کی ہوگی۔ رباعی [۱]:

چناں سر بر خطِ حکمش نہادہ
کہ از ایراد خود بیروں فتادہ

(آپ کے حکم کی تحریر پر اس ذوق و شوق سے سر رکھا کہ (خادم) خود کو سنبھال نہ سکا)

اگر کارے بخاطرمی رسیدش
بکامِ خاطرش از سر دویدش

کوئی ایسا کام جس سے حضرتؒ کے دل کو مسّرت حاصل ہو، انہوں نے آپ کی رضا کے لیے سر کے بل دوڑ کر انجام دیا۔

حضرت نور العینؒ کی مدتِ عمر کا ذکر

اپنی گویائی کی استطاعت کے موافق شمّہ برابر خدمت کا ذکر کیا گیا۔ سیّد عبدالرزاقؒ نے ایک سو بیس سال کامل عمر پائی۔ جب وہ بارہ سال کے تھے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ چالیس سال تک سجادۂ شیخ پر متمکن رہے اور اصحابِ طلب کے ارشاد اور اربابِ قلب کی ہدایت میں مشغول رہے، باقی زندگی حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت گزاری میں بسر کی۔ رباعی [۲]:

عمرے کہ بخدمت شدہ محسوب تواں داشت
باقی ہمہ بے حاصلی و بوالہوسی بود

(جو عمر دوست کی خدمت میں بسر ہوئی وہی عمر شمار میں آ سکتی ہے باقی مدت محض بے حاصلی اور بوالہوسی تھی)

---

[۱] یہ بھی قطعہ ہے رباعی نہیں ہے۔

[۲] یہ اشعار بھی رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

سرمایۂ سودائے حیاتِ دو جہانی
جز خدمتِ دلدار دگر خاک و خسی بود

(دونوں جہان کی زندگی کے سودے کا سرمایہ صرف دلدار کی خدمت کرنا تھا اس کے علاوہ جو کچھ تھا وہ گھاس اور مٹی سے زیادہ نہ تھا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ دمشق کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی۔ جس میں حضرت ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا، شیخ علی، شیخ اصیل الدین اور شیخ تقی الدین نیز دیگر بزرگ مشرف بہ خدمت تھے۔ معارف سے متعلق گفتگو جاری تھی اور یہ تمام حضرات عوارف وحقائق سننے سے محظوظ ہو رہے تھے۔ آخر میں حضرت نورالعین سے متعلق بات نکلی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو انعامات عطا فرمائے ہیں ایک سَر اور دوسرا سِر یہ دونوں فرزند عبدالرزاق پر نثار ہو گئے، قطعہ:

مرا از جہاں دار دارائے دیں
سَرے بود موہوب و سِر برسرش
زدریائے وجدان درفشاں
نثارے شد آں ہر دو برسرورش

(مجھے (حقیقی) جہاں دار اور دین کے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے سَر اور سِر دو چمک دار موتی وجدان کے دریا سے عطا ہوئے، وہ دونوں موتی سرور پر نثار ہو گئے)

حضرت ایشاںؒ کی مجلس میں کبھی کبھی شیخ زادگی سے متعلق گفتگو ہوتی تھی تو آپ فرماتے کہ شیخ زادہ بہت کم راستے پر چلتا ہے۔ میں بھی شیخ زادہ رکھتا ہوں لیکن وہ شیخ کا جنا نہیں ہے اس کا کام شیخ جننا ہے دوسرے حضرات اپنے صلب سے پیدا کرتے ہیں میں نے عبدالرزاق کو آنکھ سے پیدا کیا ہے حالانکہ میں نسبتیں بھی رکھتا ہوں۔ بیت:

چہ نورِ دیدہ ام از نورِ دیدہ
کہ نورِ دیدہ باشد نورِ دیدہ

(میری آنکھ کی روشنی بیٹے کے سبب سے ہے کیونکہ بیٹا ہی نورِ دیدہ ہوتا ہے)

حضرتؒ نے اظہار مسرت اور برگزیدہ ہونے کی بناء پر سیّد عبدالرزاق کو ''نورالعین'' کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور انہیں خود اپنے ساتھ سمنان لے گئے اور وہاں اپنی بڑی بہن خدیجہ بیگم کا دودھ پلوایا جو طرح طرح فضائل و اخلاق سے آراستہ تھیں تاکہ ظاہری نسبت بھی ظاہر ہو جائے۔ جب سیّد عبدالرزاق کے دہن مبارک میں بہن کا دودھ ڈالا گیا تو حضرت ایشاںؒ نے فرمایا مجھے اس فرزند سے یہ نسبت اُس سے زیادہ پیاری ہے کہ میری خالہ زادہ بہن حسن گیلانی کی زوجہ ہے اور

اس کے بطن سے یہ فرزند پیدا ہوا، اور اب ہمارے اور اس کے درمیان جو نسبتیں ہیں، اس کی شرح قطعی ناممکن ہے۔ قطعہ:

چہ حاجت نسبتِ شیرائے برادر
کہ دارم نسبتے دیگر بہ از شیر

(اے بھائی مجھے دودھ کی نسبت کی حاجت نہیں ہے کیونکہ میں دودھ کی نسبت سے بہتر نسبت رکھتا ہوں)

چونور واحد از خورشید تابد
دہد از مشرقِ خاور تباشیر

(جب نورِ واحد آفتاب سے چمکتا ہے تو خراسان کے مشرق سے صبح کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے)

ہماں نوریست از خورشید رخشاں[۱]
کہ آں رادر حسین و باحسن گیر

(وہی ایک نور ہے جو آفتاب سے رخشاں ہے اسی کو حسین میں حسن سے حاصل کر)

اسی سفر میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کا صالحہ ودمشق کے راستے میں گزر ہوا۔ یہاں آپ کو بیماری پیش آئی اور اس طرح کی بے تابی رونما ہوئی کہ لوگوں کی امید قطع ہوگئی۔ کچھ دیر حضرت ایشاں بے ہوشی کی کیفیت میں رہے۔ اصحاب میں سے حضرت ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا، شیخ علی، شیخ کبیر، شیخ اصیل الدین اور شیخ سیف الدین وغیرہ بہت سے عزیز حاضر تھے اور یہ مذکورہ اصحاب کسی مقام اعلیٰ کے متوقع تھے اور ان کے دل میں ولایت عالی کی تمنّا پیدا ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہوش میں آئے اور فرمایا، یہ تکلیف دینے کا کیا مقام ہے؟ مدت گزر گئی کہ وہ حالت دوسرے کوتفویض ہوچکی ہے اور وہ فرزند نور العین کے حصے میں آچکی ہے۔ خبردار! کبھی اپنے آپ کو اس فکر میں ڈالو۔ حق تعالیٰ نے اس بیماری سے آپ کو شفائے کلّی عنایت فرمائی۔ جب صحت کلّی حاصل ہوگئی تو آپ نے حضرت نور العین کو طلب فرمایا اور ہر ہر طرح کے لطف کے ساتھ شفقت انگیز اور تسلّی آمیز باتیں اُن کے بارے میں نثار فرمائیں۔ قطعہ:

مرا ہرچہ یزداں عطا کردہ بود
کہ لطف و عنایت دریں روزگار

(اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو کچھ اپنی عنایت ومہربانی سے مجھے عطا فرمایا تھا)

ہمہ از سر لطف و احساں شدہ
بفرقِ بلند تو چوں درنثار

---

[۱] مطبوعہ نسخہ ص ۳۸۱۔ پہلا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے، ''ہماں نوریست ازخورشید رخسار'' مترجم نے قیاسی تصحیح کی ہے ''ہماں نوریست از خورشید رخشاں''۔

(از روئے لطف و احسان سب کا سب تیرے بلند قد پر موتیوں کے مانند نثار کر دیا)

نواب سیف خاں کے اودھ کے گاؤں اور ایک لاکھ تنکے نذر کرنے اور آپ کے قبول نہ فرمانے کا ذکر

ایک مرتبہ مسند عالی سیف خاں نے ایک لاکھ تنکے نقد اور اودھ کے پرگنوں کے گاؤں لکھ کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے۔ آپ اس پیشکش پر مسکرائے اور فرمایا کہ دنیا کے گاؤں اور پرگنے ایسے شخص کے حوالے کیے جائیں کہ جو اِن قریات کے تھوڑے سے حصے کے ساتھ بھی مقیّد نہ ہو سکے (جو دولتِ دنیا کا حریص نہ ہو) البتہ اس کا تذکرہ حضرت نورالعین کو پیش کیا جائے پھر وہ جو حکم دیں اس پر عمل کیا جائے۔ جب حضرت نورالعین اس امر سے مطلع ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ کے جواب سے متنبہ ہوئے اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرت ایشاں نے قبول نہیں کیا، دوسرا شخص کس طرح اس پر التفات کر سکتا ہے۔ قطعہ:

زہے بلند جہانے کہ چشمِ ہمتِ او
بسوئے جلوۂ کونین التفات نکرد

(آفریں ہے اس بلند جہان شخص پر جس کی چشم ہمّت نے دونوں جہان کے جلوؤں کو دیکھنے پر توجہ نہ دی)

کسے کہ تابعِ متبوعِ خود شد البتّہ
نظر بگوشۂ چشمان شش جہات نکرد

یہ ہمت کہ وہ گوشہ چشم سے شش جہات پر نظر نہ ڈالے اسی تابع سے ممکن ہے جو اپنے متبوع کے قدم بہ قدم چلتا ہو۔ اس کی نگاہ صرف اپنے متبوع کے قدم پر ہوتی ہے۔

مثل مشہور ہے کہ ''التابع کالمتبوع'' (تابع متبوع کی مثل ہوتا ہے)

جب اس بے نیازانہ رویے کی خبر حضرت قدوۃ الکبراؒ کو ملی تو بے حد خوش ہوئے اور انہیں اپنے حضور طلب کرنے کے شرف سے مشرف فرمایا اور لطف وعنایات کا اظہار فرمایا۔ آخر میں فرمایا کہ عبدالرزاق اور ان کی اولاد کو ہم نے خزانہ الٰہی سے وابستہ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اگر عبدالرزاق کی اولاد اور اخلاف قناعت اختیار کریں گے تو کسی کے محتاج نہ ہوں گے۔ ان کی ادنیٰ توجہ ہمت مرداں کا کام کرے گی۔ قطعہ:

ہمتاں[۱] مردانِ عالی اے پسر
ہر کجا خواہند آنجا حاضر است

(اے بیٹے عالی مردوں کی ہمت (ہر وقت ان کے ساتھ ہے) جہاں چاہیں حاضر ہے)

۱؎ غالباً ہمتاں سہو کتابت کے باعث نقل ہوا ہے، یہاں قرینہ ''ہمّتِ مرداں'' کا ہے۔

ہمت شاں با توجہ ہمرہ است
ہمت ارناید توجہ قاصر است

(ان کی ہمت توجہ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اگر ہمت حاضر نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ توجہ میں کوئی کمی ہے)

نور العین کی اولاد (ہمیشہ) عزیز ومحترم رہے گی اگر مخلوق کے دروازے پر جائے گی تو خوار ہوگی۔ قطعہ:

شیرِ نر بوسد بہ ہمت مردِ قانع را قدم
مادہ سگ خاید بدنداں پائے مردِ بردرے

(ہمت کی وجہ سے شیرِ نر قناعت کرنے والے شخص کا قدم چومتا ہے۔ جو شخص کسی کے دروازے پر جاتا ہے تو کتیا دانتوں سے اس کے پیر زخمی کر دیتی ہے)

مرامل راپائے بشکن وزاجل میندیش ہیچ
مطمعے را پر مکن تاہر کجا خواہی برے

(آرزو کا پاؤں توڑ دے اور موت کا اندیشہ نہ کر۔ لالچ کی جگہ کو پر نہ کر پھر جہاں سے چاہے پھل ملے گا)

اکابر کی اولاد کی تعظیم کا ذکر

اکابر اور بزرگوں کی اولاد و اعقاب کی تعظیم وتکریم کا ذکر ہوا۔ نیک بختی کی بہترین علامت اور بزرگی کی خوب ترین شان اس گروہ کی تعظیم کرنا ہے کہ اولاد کی تعظیم اجداد ہی کی تعظیم ہوتی ہے بلکہ اُن اکابر کی روحانیت، اولاد کے ہمراہ ہوتی ہے۔ اسی تقریب سے فرماتے تھے کہ شہر جون پور میں شیخ عبداللہ زاہدی، فقیر سے ملاقات کرنے آئے لیکن وہ عجیب کیفیت میں تھے۔ کوئی نشہ آور چیز کھائی تھی۔ ایسی باتیں کیں جو آداب سے خالی تھیں۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں کیں کہ [1] (حضرتؒ کا) خاطرِ شریف منغض ہوگیا بلکہ صورتِ حال منہ پھیرنے کے مقام تک پہنچ گئی۔ آپ نے چاہا کہ ذرا نظر تیز کریں اور تصرف ظاہر فرمائیں چنانچہ نزدیک تصرف تھے کہ حضرت شیخ فخر الدین زاہدی کی روحانیت نمودار ہوئی اور میری (۲) جانب توجہ کی۔ اپنی نورانی ڈاڑھی کو پکڑا کہ ہرگز (تصرف نہ فرمائیں) ہماری روحانیت اس کے ساتھ درمیان میں ہے۔ ہر چند کہ وہ معرضِ تصرف آ چکے تھے لیکن میں نے چھوڑ دیا۔ مصرع:

ز روئے خواجہ زعصیانِ بندہ می گزرند

(خواجہ کے طفیل بندے کے گناہ سے درگزر کرتے ہیں)

حضرت قدوۃ الکبراؒ ایک بزرگ سے روایت فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ سلطان سنجر ایک بزرگ سے ملاقات کرنے

---

[1] یہاں سے جامع لطائف نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کے بجائے خود واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ صیغہ کلام متکلم کے بجائے صیغہ جمع غائب ہوگیا ہے۔

[2] یہاں پھر صیغہ واحد متکلم میں واقعہ بیان ہوا ہے۔

آیا۔ بادشاہ کے دل میں ان بزرگ کی کامل عقیدت پیدا ہوگئی اور جب تک زندہ رہا ان بزرگ کی عقیدت سے سرتابی نہ کی۔ اتفاق سے ان بزرگ کا انتقال ہوگیا۔ ان کا بیٹا ان کے سجادے پر بیٹھا۔ ایک شخص چوری کے الزام میں گرفتار ہوا۔ اس نے شیخ زادے کی پناہ لی۔ سنجر کے آدمی آئے اور اسے گرفتار کرکے لے گئے۔ شیخ زادے بہت فکرمند ہوئے۔ انہوں نے اپنا منہ باپ کی قبر پر رکھا اور بہت دیر تک اپنا سر قبر سے نہ اٹھایا جب وہ نالائق لوگ اُس شخص کو گرفتار کرکے سنجر کے پاس لے گئے اور انہوں نے چاہا کہ اسے سزا دیں تو یکا یک دو شیر ان نالائقوں کی آستین کے گرد نمایاں ہوئے اور چاہا کہ سنجر کے آدمیوں کو ایذا پہنچائیں وہ اپنی آستین سے شیروں کو روک رہے تھے۔ سنجر نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اس نے معذرت کی اور اس شخص کو صد ہزار نیاز و عاجزی کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ میری حیات اور موت یکساں ہے۔ میں اپنی حیات و ممات میں اپنی اولاد کے ساتھ ہوں۔ وہ ہرگز ہرگز مجھ سے جدا نہیں ہے۔ قطعہ:

کسے کو اولیا را مردہ داند
پس آں کس مردہ است آں زندہ باشد

(جو شخص اولیا کو مردہ خیال کرتا ہے پس وہی شخص مردہ ہے اور اولیا زندہ رہیں گے)

بر آراز دل چنیں تصویر باطل
کہ الحق اولیا پایندہ باشد

(اے شخص! ایسے باطل تصور کو دل سے نکال دے کہ الحق اولیا پایندہ رہیں گے)

خدایم داد عیشِ جاودانی
کہ ہم در مردگی با زندہ باشد

(مجھے اللہ تعالیٰ نے عیشِ جاودانی عطا کیا ہے، میں موت میں بھی زندہ لوگوں کے ساتھ رہوں گا)

منم در مردگی ہمراہِ زندہ
بہر جا روحِ من زایندہ باشد

(میں موت میں بھی زندوں کے ساتھ ہوں اور میری روح ہر جگہ ظاہر ہوگی)

بہر جا خواہیم ہستیم حاضر
کہ حاضر غائبم دانندہ باشد

(ہم جہاں چاہیں گے موجود ہوں ہمارے غائب سے حاضر کی حقیقت سمجھ میں آئے گی)

اشرف از زندگی مردانہ مردہ
بہرجا خواہدش آئندہ باشد

(اشرف زندگی سے مردانہ وار گیا ہے، اسے جس جگہ بلاؤ گے آجائے گا)

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ پر عجیب وغریب کیفیت طاری تھی۔ اصحاب کے بارے میں بشارت انگیز اور مسرت آمیز باتیں کر رہے تھے، جب میری باری آئی تو بہت غور کیا آخر میں خوش ہوکر فرمایا، ہرگز ہرگز میں نے اپنا سب کا سب تم پر نثار کر دیا ہے اور کوئی چیز تم سے بچا کر نہیں رکھی ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہاری اولاد کے لیے دعا کی ہے ہمیشہ مسعود اور مقبول رہیں۔ تمہاری اولاد میں دستور کے مطابق ایک فرد رجال الغیب میں سے اور مجذوب ہوگا بلکہ ایک فرد پیدا ہوگا جس میں میرے احوال پیوست ہوں گے۔ جب میں نے یہ سب احسان سن لیے تو میں نے اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ دیا۔ حضرت ایشاں نے میرے سر کو اٹھایا اور بغل میں لے لیا، قطعہ:

مرادر حالتے دریاب دریاب
کہ دریا بیم دریا بیم گوہر

(مجھے سمندر کی حالت میں سمندر (جانیں) کیونکہ گوہر پانے والا میرے سمندر سے گوہر پاتا ہے)

درخت بارورہم سایہ داریم
بجنباں تابریزد شاخِ من بر

(ہم پھل دار درخت بھی ہیں اور سایہ دار بھی ہیں اسے تھوڑا سا ہلاتا کہ میری شاخ سے پھل بکھریں)